THE SIRMOOR GAZETTE NAHAN

سرمور گزٹ

ناہن

نمبر ۸	مطبوعہ ۵ مارچ سنہ ۱۸۹۳ع یکشنبہ	جلد ۶

سرمور گزٹ

ناہن ۵ - مارچ سنہ ۹۳ع یکشنبہ

ایک ایسے پہاڑ مین جہان کہ ہم رہتے ہین ایک اخبار کے چھاپنے کی مشکلات کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اب ہم کو قصبہ ساڈھورہ مین جو ناہن سے بیس میل کے فاصلہ پر ہے اخبار چھپوانا پڑتا ہے - ہماری اس قسم کی دقتون کے لحاظ سے امید ہے کہ ہمارے دوست اخبار کی بعض مجبوری کی بے قاعدگیون کو رعایت کی نظر سے دیکھین گے تاہم اخبار کی نسبت جو شکایتین پیدا ہوگئی تھین اُن کے رفع کرنے کی ہم کوشش کر رہے ہین اور اخبار کے چھاپہ کا انتظام عمدہ ہو چلا ہے - کتابت کی شکایتین بھی آیندہ ہفتہ تک رفع ہو جاوینگی - انہین تبدیلیون کی وجہ سے ہم نے اخبار کی اشاعت کا دن بجائے جمعہ کے اتوار کر دیا ہے -

---

ہمارے اخبار کے پڑھنے والون کو معلوم ہے کہ مدرسۃ العلوم علی گڈھ کے طالب علمون نے ایک سوسائٹی قائم کی ہے جس کا نام ڈیوٹی بالفرض رکھا ہے اُس کا یہ مقصد ہے کہ غریب مسلمان طالب علمون کی امداد کے لیئے روپیہ جمع کرین جس سے اُن کو سکالرشپ اور وظیفہ دیا جاوے - اب اُنھون نے اپنی ہمت کو زیادہ بلند کیا ہے اور یہ چاہا ہے کہ خود اپنی کوشش اور فراہمی چندہ سے ایک فری بورڈنگ ہوس مدرسۃ العلوم کے احاطہ مین بناوین اور غریب طالب علم بلا ادائے کرایہ اُس مین رہین - اس مقصد کے لیئے اُنھون نے ایک سب کمیٹی قائم کی ہے اور اُس کا نام "ڈیوٹی فری بورڈنگ ہوس سب کمیٹی" رکھا ہے - اور ہم کو اس بات سے زیادہ خوشی ہے کہ مسٹر ولیم سی ہورسٹ ہیڈ ماسٹر نے اس کمیٹی کا آنریری سکرٹری ہونا منظور کیا ہے -

ہم کو اس خبر کے سُننے سے نہایت خوشی ہوئی ہے کہ ہمارے مخدوم اور قوم کے معزز خادم اور بزرگ راجہ جہان داد خان بہادر چیف آف گکھڑ کے گھر میں خداوند تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ راجہ صاحب موصوف کے کوئی زندہ اولاد نہ تھی۔ اس سبب سے اس خبر کی خوشی بہت زیادہ ہوئی ہے۔ خداوند تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ وہ اس مولود مسعود کو زندہ رکھے اور لمبی عمر عطا کرے۔ آمین۔

خلیفہ سید مہدی حسن صاحب مرحوم

مہدی حسن زدار فنا شد ہزار حیف
صد داغ تازہ بر جگر دوستاں نہاد

افسوس صد افسوس کہ سولھویں فروری کو پانچ بجے شام کے خلیفہ سید مہدی حسن مرحوم اکلوتے بیٹے جناب وزیر الدولہ مدبر الملک خلیفہ سید محمد حسن خان بہادر وزیر اعظم ریاست پٹیالہ نے انتقال کیا اور داغ جدائی ابدی اپنے بزرگ باپ کو اور اپنے باپ کے دوستوں کو دیا۔ مہدی حسن مرحوم جوان با اخلاق خوش صورت و خوش سیرت ہونہار با وقار تھے اُن کے دوستوں کو اُن سے محبت تھی۔ مگر افسوس ہے کہ کسی کو یہ خیال نہ تھا کہ یہ رشتہ محبت اور یہ رشتہ پدری و فرزندی بہت جلد ٹوٹنے والا ہے۔ اُن کے دوستوں کو اس حادثہ سے جو رنج والم ہے اُس کا بیان نہیں ہوسکتا۔ پس ہم خیال نہیں کر سکتے کہ اس واقعہ سے اُن کے پدر بزرگوار پر کیا کچھ گذرا ہوگا۔ مگر مشیت ایزدی سے کسی کو چارہ نہیں ہے جب انسان بے بس ہوجاتا ہے تو کہتا ہے کہ بجز صبر کے اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ مگر خدا صبر بھی دے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللھم اغفر وارحم وانت خیر الراحمین۔

المعارف۔ مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی پروفیسر مدرستہ العلوم نے ارادہ کیا تھا کہ اس نام کا ایک ماہواری پرچہ شایع کیا جاے مگر اب وہ ارادہ چھوڑ دیا گیا ہے اور اب کوئی پرچہ اس نام کا اُن کی طرف سے شایع نہ ہوگا۔

سرسید احمد خان صاحب

رفیق ہند۔ اور ہم

رفیق ہند کی اس نئی قسم کی ہرزہ درائی پر توجہ کرنے اور اُس کی نسبت زیادہ لکھنے کا ہمارا ہرگز ارادہ نہ تھا اور نہ جناب قبلہ و کعبہ مولانا مولوی خواجہ الطاف حسین صاحب حالی کے عمدہ مضمون اور قیمتی نصیحت کے بعد ہم خیال کرتے تھے کہ ایسے مضمون پر ہم کو کچھ لکھنے کی ضرورت ہوگی۔ لوگ خیال کرتے تھے کہ خواجہ صاحب کے اُس مضمون کے بعد رفیق ہند کے راقم میں اگر ایک ذرہ برابر بھی غیرت۔ حمیت اور شرافت باقی ہوگی تو وہ پھر کبھی کوئی اس قسم کی تحریر نہ کرے گا مگر معلوم ہوا کہ یہ غلط امید کی گئی تھی۔ وہ اپنے آیندہ کی نسبت جو کچھ نیا ارادہ اور فیصلہ کرچکا تھا اُس سے باز آنے والا نہیں تھا۔

ہم تو اب بھی اُس کی ایسی ناپاک تحریروں کو کسی التفات اور توجہ کے قابل نہیں خیال کرتے تھے۔ لیکن ایک عام سوال جو ہمارے بعض ناواقف دوستوں کے مُنھ سے نکل رہا ہے اور ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ "رفیق ہند کو کیا ہوگیا" اُس کا کم سے کم جواب دینا ضروری ہے اور ہم کو امید ہے کہ ہمارے بزرگ ناصح جو ہم کو اس مضمون پر کچھ لکھنے سے منع کرتے تھے اب ایسی حالت میں ہم کو معذور خیال فرمائیں گے اور معاف فرمائیں گے۔

سرسید احمد خان صاحب تو جو کچھ ایسی تحریروں کی پروا کرتے ہیں وہ خود رفیق ہند کے الفاظ سے جو ہم آیندہ نقل کریں گے اگر معلوم نہ ہوسکے تو جناب ممدوح کے اس گرامی نامے سے جو اُنھوں نے اڈیٹر سرور گزٹ کو لکھا ہے اور جس کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں معلوم ہوجاے گا۔

"حسب حال خود"

ہر کہ خواند کہترم زان کہترم ہر کہ خواند بدترم زان بدترم

"مخدومی اڈیٹر سرور گزٹ"

آپ اپنے اخبار کو کیون مثل میرے نامۂ اعمال کے سیاہ کرتے ہین - ہمارے رفیق رفیق ہند جو لکھتے ہین لکھنے دو - تم کیون اُن کے جواب کے درپے ہوتے ہو - مین خوش ہون کہ اُن کا دل اسی مین خوش ہوتا ہے - امید کہ آیندہ سے آپ کچھ نہ لکھین گے - والسلام

خاکسار سید احمد

۱۸ - فبروری سنہ ۱۸۹۳ع

فٹ بال کا میدان

مدرسۃ العلوم علی گڈھ کے احاطے مین جو فٹ بال کے لیئے میدان درست کرنے کی تجویز ہے اُس کی لاگت کا تخمینہ للعہ روپیہ ہوا ہے - جناب سید احمد خان صاحب لکھتے ہین کہ اس قدر روپیہ کالج خرچ نہین کرسکتا - یا تو کوئی فیاض عالی ہمت یہ روپیہ دے یا چندے سے جمع کیا جاے

ہم کو نہایت خوشی ہے کہ ہمارے عزیز دوست محمد مزمل اللہ خان صاحب رئیس بھیکم پور نے پہلی بسم اللہ چندے کی کی ہے اور پچاس روپیہ اُس کے چندے مین عنایت فرمانا چاہا ہے - ہم کو امید ہے کہ اور احباب بھی اس طرف توجہ فرماوین گے۔

"سر سید احمد خان صاحب اور اُن کے نادان دوست"

اور

پنجاب کا نیا فتنہ انگیز فتنہ

کنم بے بادہ مستی کہ سودائے دگر دارم — بساقی تلخ می گویم کہ دل در جاے دگر دارم
نظر گردد حجاب آنجا کہ من دیدار می بینم — نہان از چشم ظاہر بین تماشائے دگر دارم
حدیث طور از من پرس از محمل چہ می پرسی — کہ من پے بر پے مجنون صحرائے دگر دارم
بمژگان ابر سیرابم بشارت کوہ و صحرا را — کہ در ہر قطرہ آب دیدہ دریائے دگر دارم
چہ داند فہم کوتہ بال جولان گاہ شوقم را
کہ او راہ دگر رفت است و من جائے دگر دارم

ہندوستان کے پچھلے زمانے کے عجائبات مین آگرہ کا تاج محل اور دہلی کے قطب صاحب کا مینار اور بہت سی قدیم عمارتین ہین جن کو اس ملک کے مسافر اور غیر ملکون کے سیاح بہت شوق اور حیرت کے ساتھ دیکھتے ہین - لیکن اس زمانے کا شاید سب سے بڑا عجوبہ ہندوستان کے اُردو اخبار نویس ہین - انسان جن عجائبات کو ظاہر کرسکتا ہے اُن مین سے ایک قسم کے عجائبات کا مظہر یہ حضرات ہین - یورپ اور امریکہ کے ترقی یافتہ ممالک مین جہان علم و عقل نے نہایت ترقی پائی ہے جہان اور عجیب و غریب کلین بنائی گئی ہین وہان ہوا کا رُخ بتانے والے آلات بھی ایجاد ہوے ہین - ہوا کے رُخ کے بدل جانے پر اُن کی حرکت کا رُخ بھی بدل جاتا ہے اور اس سے ہوا کا رُخ معلوم ہوتا ہے - مگر ہندوستان کے اخبار نویس اُن کلون سے بھی زیادہ حیرت انگیز چیز ہین کہ ہوا اگرچہ اُسی سمت مین چلتی رہے اُن کا رُخ ایک طرف سے دوسری طرف بدل جاتا ہے اور دور سے دیکھنے والے اس کا سبب نہ معلوم ہونے کے سبب سے نہایت حیران ہوتے ہین - اسی سبب

سے ہم نے ان اخبار نویسون کو اس زمانے کے سب سے بڑے عجائبات مین سے کہا ہے اور اگر ہماری صلاح کو مانا جاے تو شکاگو کی عالم گیر نمایش گاہ کے مہتم ہندوستان کے عجائبات کے کمرے مین ہندوستان کے اڈیٹرون کو بھی لے جاکر رکھ دین اور اُن کے منہ پر ٹکٹ لگانے کے بجاے اُن کے مُنھ کو کالا کر کے سفید حروف مین اُن کے عجائبات کندہ کر دین۔ ہم کو اُمید ہے کہ اُن سے زیادہ حیرت انگیز اور عجیب ترین چیزین اور بہت کم پائی جائین گی۔ اور دیکھنے والون کو بہت دل چسپی ہوگی۔ اگر زیادہ نہین تو کم سے کم دو اخبار نویس ایک لاہور سے اور ایک لکھنو سے ضرور لے جائین۔ اگر کوشش کی جاے گی تو ان دونو شہرون مین اس عجیب صفت کے انتخاب مل جائین گے۔ اور اگر تلاش کرنے کی زحمت نہین اُٹھانا چاہتے تو ہم سے پوچھین۔ لاہور کے ایک یگانہ صفت اخبار نویس کا پتہ تو ہم بتا دیتے ہین۔

منشی محرم علی صاحب چشتی اُن کا نام ہے۔ محلہ وغیرہ کا پتہ تو ہم بھی نہ بتا سکین گے۔ کیون کہ اگرچہ وہ لاہور کے باشندہ اور وہین کی پیدائش مین ہین مگر ہمیشہ سے کرایہ کے مکان مین رہتے ہین اُن کی اس بے حیثیتی سے بدظن ہونے کی غالباً کوئی وجہ نہ ہوگی اور تلاش مین بھی چندان مشکل نہ ہوگی۔ اُن کی ذاتی عزت اور وضعی حیثیت بہت کچھ ہے چنان چہ اُنھون نے جو کھلی چٹھی پنجاب کے مسلمانون کے لیڈر اور عالی رتبہ بزرگ خان بہادر محمد برکت علی خان بہادر کے نام لکھی ہے اُس مین اُنھون نے **خود** تحریر فرمایا ہے کہ لاہور کے مسلمانون کے دو گروہون مین سے خان بہادر موصوف کے مقابلہ مین ایک گروہ کے وہی سرگروہ ہین۔ اس کے علاوہ وہ اس سبب سے بھی مشہور ہین کہ رفیق ہند کے اڈیٹر ہین۔ اگرچہ اخبار کا کارخانہ یعنی کاٹھ کی ایک کل بھی کرایہ ہی کے کسی مکان مین کسی محلہ مین ملے گی مگر اخبار بہت مشہور اور نامور ہے اور کارخانہ کا مکان بھی بہت وسیع ہوگا۔ کیون کہ لاہور کے اکثر بڑے جلسے اُسی مکان مین ہوا کرتے ہین۔ گو ہم نے سُنا تھا کہ وہ سب جلسے رات کو ہوتے ہین بہرحال اُن کے تلاش کرنے مین چندان دقت نہ ہوگی۔ لاہور کے اُن بازارون مین جو اُس زمانے مین زیادہ آباد تھے جب کہ دو تین ہزار برس پہلے ہندوون کی اعلی تہذیب اور شایستگی کے زمانے مین ہندوستان مین ریل جاری تھی۔ اکثر واعظ کھڑے ہوے سر سید احمد خان صاحب کے خلاف وعظ کہ رہے ہین اور منشی محرم علی صاحب کا لکھا ہوا رسالہ اظہار حق لوگون کو سنا رہے ہین اور نیچریت سے توبہ کرا رہے ہین اور سب کو اس عجیب یادگار اور جانشین پیران چشتیہ کا معتقد اور مرید بنا رہے ہین اُن واعظون سے منشی صاحب کا پتہ مل جاے گا۔

پتہ تو صرف اتنا ہی ہے۔ اب ہم کچھ عرصہ تک اُن کے اوصاف عجیبہ اور صفات غریبہ بیان کیا کرین گے تاکہ جو ہمارا دعوی اُن کے اس قسم کے عجائبات کا انتخاب ہونے کا ہے ثابت ہو جاے۔

اگر اُن کے کسی قدر حالات معلوم کرنے منظور ہون تو مختصر یہ ہے کہ [illegible]ء کے شروع تک جب تک کہ اُن کا اخبار نہین نکلا ہے سب سے پہلے اُن کو صرف خان بہادر محمد برکت علی خان بہادر ہی جانتے تھے کیون کہ جناب ممدوح نے اُن کو پرورش کیا تھا اور جزوی تعلیم دلائی تھی۔ اگرچہ منشی صاحب اپنے اسلامی اعتقادات کی رو سے کہ نیک و بد جو کچھ ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے کسی واسطہ وغیرہ کے قائل نہین ہین اور اسی سبب سے خان بہادر ممدوح کی نیکی اور سلوک کے بھی قائل نہین ہین مگر ہم دنیادارون کے طریق پر جب اُن کا تذکرہ آے گا تو یہی کہا جاے گا کہ خان بہادر ممدوح ہی نے اُن کی پرورش کی تھی اور جزوی تعلیم دلائی تھی اور علی گڈھ بھی بھیجا تھا۔ مگر اُنھون نے کوئی اعلی یا ادنی امتحان کسی قسم کا پاس نہین کیا اور نہ اُنھون نے اس کی کچھ پروا کی کیون کہ اپنی نسبت وہ ہمیشہ یقین کرتے ہین کہ

نہین محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی

کسی قسم کی مذہبی تعلیم حاصل کرنے کا اُن کو کبھی اتفاق نہین ہوا۔ اور اُنھون نے کبھی اس کی ضرورت بھی نہین خیال کی کیون کہ اول تو اُن کے بزرگون مین سے کوئی شخص پیران چشتیہ مین سے کسی پیر کے مرید تھے اور اس سے اُن کے آیندہ خاندان کو چشتی کا لقب اپنے نام کے ساتھ لکھ دیا کرنے کا حق حاصل ہوگیا تھا اور یہ نسبت اُنھون نے اپنی ہدایت اور نجات کے واسطے کافی خیال کی تھی جیسے صرف عیسائی ہوجانا اور حضرت مسیح کی نبوت کا قائل ہوجانا عیسائیون کو پچھلے گناہون سے پاک اور آیندہ نجات کا مستحق کر دیتا ہے۔ غالباً اسی طرح اُن کو خیال تھا کہ پیران چشتیہ سے ایسی نسبت حاصل ہونا ہدایت اور نجات کے واسطے کافی ہے اور کسی قسم کی مذہبی تعلیم اور مذہب سے واقفیت کی ضرورت نہین ہے۔

دوسرے اس سبب سے بھی اُنھون نے کسی قسم کی مذہبی تعلیم وغیرہ حاصل کرنے کی ضرورت نہین سمجھی کہ جب اُنھون نے پچھلے دنون مین خود تحریر فرمایا ہے اُن کو کوئی مذہبی مجتہد بننا منظور نہین تھا اور اگر اسلام پر نہین تو اُن کو پچھلے بزرگون کے دین پر چلنا مد نظر تھا اور ان پچھلے بزرگون کے دین سے واقفیت حاصل کرنے کے واسطے بھی اُنھون نے کسی قسم کی مذہبی تعلیم کی ضرورت نہین خیال کی۔ کیون کہ اول تو خدا نے الہام کا دروازہ ہر شخص کے واسطے کھول دیا ہے اور خصوصاً جس زمانے سے ہندوستان مین پریس اور اخبار نویسی کو ترقی ہوئی ہے الہام زیادہ عام ہوگیا ہے۔ پس پچھلے بزرگون کے مذہب اور طریق کے معلوم کرنے کی ضرورت الہام کے ذریعے سے پوری ہوسکتی تھی اور اگر اس طرح سے کچھ کسر باقی رہ جاتی تو منشی صاحب اپنے محلے کے (یعنی جس محلے مین مکان لے رکھا ہو) لوہارون سے اُن کے عمل و عقائد کو دیکھ کر اُن پچھلے بزرگان دین کے مذہب کا اندازہ کرسکتے تھے۔

غرض منشی صاحب نے اپنے اتنے ہی سرمایۂ علمی کے ساتھ تجارت شروع کی اور خان بہادر ممدوح کے بعد اُن کو جاننے کی عزت منشی ہرسکھ رائے صاحب مالک کوہ نور کو حاصل ہوئی۔ کیون کہ اُنھون نے آپ کو نوکر رکھا۔ کچھ زمانے کی نوکری کے بعد آپ نے چند بزرگان قوم اور روساے پنجاب کی امداد سے اپنا اخبار رفیق ہند جاری کیا۔ یہ تمام بزرگ سر سید احمد خان صاحب کے دوست تھے۔ مگر جیسا کہ آخر ثابت ہوا اور منشی صاحب ہی نے فرمایا نادان تھے۔

رفیق ہند کا بنیادی پتھر سر سید کے مقدس اور پاک ہاتھون نے رکھا چنانچہ منشی صاحب نے اپنے سب سے پہلے پرچے مورخہ ۵ جنوری سنہ ۱۸۸۴ء کے شروع مین سر سید کا جو افتتاحی مضمون چھاپا ہے اُس کی ابتدا مین حسب ذیل تحریر فرمایا ہے:-

"ہمارے آنریبل قبلۂ عالی جناب مولوی سید احمد خان صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی نے رفیق ہند کے جاری ہونے کا حال معلوم کرکے براہ مرحمت بزرگانہ ہمین مندرجہ ذیل مضمون عطا فرمایا ہے جس کے اندراج سے ہم سے پہلے ہمیشہ اپنے ایڈیٹوریل کالمون کو مفتخر کرتے ہین جس سچی اور دلی شفقت سے جناب ممدوح نے اس پرچے ناچیز مدیری کی نسبت اپنا بزرگانہ حسن ظن ظاہر فرمایا ہے اور خاتمہ مضمون پر بڑے سوز طور سے اس کے لیئے دعا کی ہے ہم اُس کے لیئے تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہین اور یقین واثق کرتے ہین کہ یہ ہیچ میرز پرچا اپنے محسن مولانا کی سرپرستی اور نگرانی اور مستقل امداد سے اُن مراتب کو پورا کرنے مین کامیاب ہوسکے گا جو براہ قومی ہمدردی اُن کے ملحوظ خاطر ہین تاکہ جس طرح جناب ممدوح نے اپنے مبارک ہاتھون سے اس پرچے کا فونڈیشن اسٹون (بنیادی پتھر) رکھا ہے یہ بھی ہمیشہ اس قابل یادگار عزت کو خوبی سے قائم رکھ سکے اور اُن کی برکت سے خداوند کریم اُس کی عمر اور کارروائیون مین بھی برکت دے۔"

سر سید نے جو دعا منشی صاحب کے واسطے فرمائی تھی اور جو دعا منشی صاحب نے خود اپنے لیئے فرمائی تھی وہ امید ہے کہ مقبول ہوئی ہوگی نہیں تو استجابت دعا مین شبہ پیدا ہوجانے اور منشی صاحب کے پچھلے بزرگون کے دین مین تزلزل پیدا ہوجانے کا خوف ہے لیکن

خیر اس وقت تو اس سے کچھ بحث نہیں منشی صاحب نے اپنا اخبار جاری کر کے اُس کا بڑا مقصد اور کام سرسید احمد خان صاحب کے امور قومی کا چرچا اور سرسید کی رضاجوئی اور قوم کی خدمت بھی اختیار کیا اور یہی ذریعہ اپنے رسُوخ کا جو آخر کار اُن تمام حرکات اور کاموں کی علت اور غرض اصلی معلوم ہوئی قرار دیا۔ سرسید نے اسی زمانہ میں اپنا دوسرا مشہور سفر پنجاب اختیار کیا۔ منشی صاحب کے اخبار کو جاری ہوئے اُس وقت پچیس روز گذرے تھے اور دو تین پرچے نکل چکے ہوں گے مگر جیسا کہ منشی صاحب کو خیال ہے اور وہ اکثر تحریر فرمایا کرتے ہیں اُن کی مہربانی سے نہیں بلکہ کرامات سے سرسید کو پنجاب میں کافی رسوخ حاصل ہو چکا تھا اور پنجاب نے اُن کی ایسی عزت کی جو ایک قوم اپنے سچے روحانی بادشاہ کی کر سکتی ہے۔ منشی صاحب نے بھی اپنے چھاپہ کے مقدور کے موافق سرسید پر بہت مہربانی کی اگرچہ اُن کا مطلب اپنا رسوخ ہی بڑھانے کا تھا۔ اپنے اخبار کے ضمیمہ کے طور پر ایک کاغذ چھاپا اُس میں سرسید کی تصویر چھاپی اور حسب ذیل عبارت چھپوا کر تقسیم کیا۔

"خیر مقدم سیدی نعم المجی"
"مرحبا سید اولاد نبی مدنی
جان جان باد فدایت کہ وحید زمنی"

"آخر کار وہ شخص جس نے قوم کی غم خواری میں اپنے بال سفید کر دیے جس کی کبھی نہ ہارنے والی ہمت نے بڑے بڑے رویں تن پہلوانوں کو گویا طرفۃ العین میں اکھڑا کر اولوالعزمی کا ایک مجسم نمونہ ہمارے ملک کے لیے مہیا کیا جس نے اُردو لٹریچر میں جان ڈال کر دیسیوں میں اخبار نویسی کا مذاق پھیلایا جس کے باعث ہم لوگ بھی اپنی عادل گورنمنٹ کے مقاصد سمجھنے اور اُسے رعایا تک پہونچانے کے قابل ہوئے۔ ایک ایسا ہندوستان کا بے نظیر ریفارمر آج ہمارے شہر کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف کرتا ہے۔ پس ایک ایسا اخلاقی حکمران جس کی عالمگیر محبت کا سکہ ہمارے دلوں پر جما ہوا ہے جس نے اپنی اخلاقی فتوحات سے دنیا کے بے شمار دلوں کو تسخیر کر لیا ہے۔ ہم بے اختیار ہیں کہ دلی گرمجوشی اور فرط عقیدت سے اُس اپنی موجودہ اور آیندہ نسلوں کے محسن کا خیر مقدم کریں۔ مرحبا مرحبا اے خضر صورت اور خضر سیرت بزرگ سید۔ خداوند خدا سچا قادر مطلق تیرا سایہ بہت دنوں تک تیرے روحانی بیٹوں پر سلامت رکھے۔ آمین"

رفیق ہند کا بڑا حصہ اس زمانے میں سرسید کے سفر پنجاب کے حالات لکھنے میں دبا جاتا رہا۔ اور آیندہ بھی آخر ۱۸۸۴ء تک جب تک کہ منشی صاحب کے حواس درست رہے یا یہ کہ کچھ رسوخ حاصل رہا یا کم سے کم اُس رسوخ کی جس پر وہ مٹے ہوئے تھے کچھ توقع رہی سرسید کے امور قومی کے حالات برابر اس میں چھپتے رہے۔ اور گو منشی صاحب کا اپنی لیاقت اور عزت اور حیثیت کی نسبت اپنا حسن ظن بہت زیادہ ہے مگر لوگ یہی یقین کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے اعلی اور معزز طبقہ میں منشی صاحب کے رسوخ کی وجہ بالکل یہی تھی کیونکہ اخبار تو اور بھی بہت سے نکلتے تھے مگر منشی صاحب جیسا رسوخ کسی کو حاصل نہیں ہوا تھا۔ بہرحال منشی صاحب نے اپنی اس قسم کی عنایات ۱۸۸۴ء تک جاری رکھا۔ چنانچہ ۱۸۸۴ء کے شروع سال کے پرچے میں "سال نو مبارک" کے عنوان کے نیچے سرسید کا نام لکھ کر حسب ذیل تحریر فرمایا ہے

"رفیق ہند کے لیے نئے سال کا مضمون اس سے بہتر اور مبارک نہیں ہو سکتا کہ ہمارے ملک کے فخر اور ہماری قوم کے سرتاج اور رفیق ہند کے عالی جاہ پیٹرن آنریبل مولوی سید احمد خان صاحب بہادر نجم الہند کو نئے سال کی تقریب پر علیا حضرت قیصرہ ہند خلد اللہ ملکہا کے حضور سے کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا معزز خطاب عطا ہوا ہے۔ ہم بلا مبالغہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے گریٹ محمڈن ریفارمر کے نام نامی کے ساتھ اس خطاب کے منسوب

ہونے سے خطاب موصوف کی عزت ہمارے دلون مین ہزار درجے بڑھ گئی ہے - اور کوئی شبہ نہین کہ قوم کے ایسے اخلاقی حکم رانون کی قدردانی سے گورنمنٹ نام قوم کی عزت کرتی ہے ہمارے ناظرین بخوبی جانتے ہین کہ رفیق ہند کا فونڈیشن سٹون آنریبل ممدوح ہی کے مبارک ہاتھون سے رکھا گیا تھا اور بلحاظ اس خاص نیاز مندانہ تعلق کے جو مسرت ہم کو حاصل ہوئی ہے اُس کا کسی طرح اندازہ نہین ہوسکتا اور ہمین کامل یقین ہے کہ اس مسرت مین تمام قوم ہمارے ساتھ شامل ہے - کیون کہ غالباً قوم کا کوئی دل نہ ہوگا جو اس بوڑھے پیٹریٹ اور محسن قوم کے احسانات عظیم سے بے خبر ہو - فی الواقع ہماری قوم کو یہ بہت بڑا فخر ہے کہ اُس کا لیڈر اپنی قومی محبت کے ساتھ اپنی گورنمنٹ کا بھی ایسا دلی وفادار اور جان نثار رعایا ہے کہ اُس کی نظیر غالباً خود گورنمنٹ کے ہم قومون مین بھی بہت کم ملین گے - بہرحال ہم اس مبارک تقریب پر اپنے آپ کو اور اپنی تمام قوم کو مبارکباد دیتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ ہمارے آنریبل قبلہ کا ظل فیضان عرصۂ دراز تک قوم کے سر پر قائم رہے -

ہمیشہ تا کہ جہان ہست در جہان باشی
بفخر و عزت و جاہ و جلال و شان باشی
نوشتہ اند بنام تو حب قومی را
مدام تاج سر قوم موستان باشی -"

منشی صاحب کے اس مبارک بادکے ایک فقرے پر جو سرسید کو خطاب کے سی - ایس - آئی کے ملنے پر لکھی ہے اور یہ وہی خطاب ہے جس سے زیادہ حقیر چیز آج منشی صاحب کی نظرون مین اور کوئی چیز نہین ہے - ہم کو ایک لطیفہ یاد آگیا ہے - آج کل جب ہمارے ایک دوست نے اس فقرے کو پڑھا کہ "ہمارے ناظرین بخوبی جانتے ہین کہ رفیق ہند کا فونڈیشن سٹون آنریبل ممدوح ہی کے مبارک ہاتھون سے رکھا گیا تھا" بے ساختہ ہمارے مُنھ سے نکل گیا کہ یہ تو جانتے ہین مگر "یہ نہین جانتے تھے کہ یہی پتھر اُکھاڑ کر چند روز مین آپ اُنھین کے سر پر مارین گے" بہرحال ۱۸۸۸ء کے آغاز تک منشی صاحب کی طبیعت مین کم سے کم سرسید کی نسبت ابھی بہت کچھ حسن ظن تھا - اگرچہ اُن کے نادان دوستون کی نادانی ثابت کرنے کی طرف وہ کچھ عرصہ سے توجہ فرمانے لگ رہے تھے -

---

سرسید احمد خان صاحب کے سب سے بڑے نادان دوست خان بہادر محمد برکت علی خان بہادر تھے اور اس سے بڑھ کر کیا نادانی کر سکتے تھے کہ جیسا کہ تمام لوگ خیال کرتے ہین گو ممکن ہے کہ غلط ہو کہ ایک ایسے کینہ خصلت موذی اور بد باطنین کو پہلے سے نہ پہچانا اور اپنی گود مین پرورش کیا اور آخرکار اپنی اس نادانی کا انجام دیکھا - منشی صاحب اگرچہ اپنے خاص اوصاف و خصائل کی مشق بہت دنون سے شروع کر چکے تھے مگر خان بہادر ممدوح کی نادانی نے اُن کو اس وقت تک غافل رکھا جب تک کہ منشی صاحب کا ہاتھ رفتہ رفتہ خود اُنھین تک نہ پہونچ گیا - پنجاب کے اُس بڈھے خادم اور مخدوم قوم کے ساتھ اُس نے کھلم کھلا برائی کی اور اُنھین ہتھیارون سے کام لیا جن سے خان بہادر ممدوح نے اُس کو مسلح کیا تھا - خان بہادر ممدوح نے اُس وقت اپنی اُستادی کے ایک باقی پیچ سے کام لیا اور منشی صاحب کو پنجاب کی نامور انجمن اسلامیہ کی ممبری سے برطرف اور خارج کر دیا - منشی صاحب نے اس وقت محمڈن نیشنل ایسوسی ایشن کے نام سے انجمن اسلامیہ کے مقابلہ مین ایک دوسری انجمن قائم کی - گو لاہور کے لوگ کہتے ہین کہ اُس نئی انجمن کے تمام ارکان منشی صاحب کے اعضا ہی تھے یا چند ایسے احباب منشی صاحب کے تھے جو منشی صاحب کے حضور سے خطاب اور القاب پائے ہوے تھے - بہرحال منشی صاحب کے کیا رسوخ اور "پوزیشن" مین جو اُن کے نزدیک دین و ایمان کی مترادف ہے اب فرق آنا شروع ہوا - سرسید کے نزدیک جو

پوزیشن اُن کو حاصل تھی وہ اُن کے نادان دوستون ہی کے سبب سے تھی اس لیئے اُس مین بھی کمی آنے لگی تاہم منشی صاحب کے واسطے ہاتھ پاؤن مارنے کے لیئے ابھی بہت سازمانہ اُن کے سامنے تھا۔

۱۸۸۸ء کے اختتام پر دسمبر مین محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس لاہور مین قرار پایا تھا اور انجمن اسلامیہ پنجاب اجلاس اور ممبران کانفرنس کی دعوت وغیرہ کی مہتمم ہونے والی تھی منشی صاحب اپنی مقتدر انسیوسی ایشن کے روبرو انجمن اسلامیہ کی اس عزت جو اُس کی ہزار ہا نیکیون اور بھلائیون کی عزت پر اضافہ ہونے والی بھی خاموش بیٹھ کر دیکھ نہین سکتے تھے ۔ اگرچہ بیچارے مجبور بھی تھے کہ اُس دعوت اور اہتمام اجلاس کے واسطے انجمن اسلامیہ جہان ہزار ہا روپیہ خرچ کرنے والی تھی منشی صاحب کے پاس سوائے اپنے اُس پوزیشن کے جو رفیق ہند کے کالمون مین لکھا ہوا تھا اور کچھ نہ تھا اور اُن کو خود افسوس تھا کہ اُس نرے پوزیشن سے اب اُن کا اپنا گذارہ بھی نہین ہوتا تھا۔ باین ہمہ اُنھون نے ہمت نہین ہاری اور اپنے دستور کے موافق راتون کو اپنی انسیوسی ایشن کے اجلاس کرنے اور رفیق ہند مین اُن کی کارروائیان شتہر کرنی شروع کر دین۔ ان جلسون کی اصلیتون اور کیفیتون کو اگر مفصل دیکھنا ہو تو سرور گزٹ کے آخر ۱۸۸۸ء اور ابتدائے ۱۸۸۹ء کے پرچے دیکھنے چاہیین۔ وہ عجیب کارنمایان تھین۔ سرسید کو دھمکانے اور ڈرانے کے واسطے ایک طرف تو منشی صاحب اپنے اُن معزز دوستون کے منھ مین جن کے اسمائے مبارک اور اعزاز و خطابات دُنیا اول ہی اول رفیق ہند کے کالمون مین دیکھتی تھی الفاظ ڈالتے تھے اور دوسری طرف خود سرسید کو ڈیفنڈ اور اُن کی مدح وثنا کیئے جاتے تھے۔ مگر جیسا کہ مشہور ہے

نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا

لوگ تاڑ گئے اور بدظن ہو گئے اور منشی صاحب کو یہ بھی شبہہ ہو گیا سرسید کے نزدیک جو اُن کا پوزیشن تھا وہ جاتا رہا۔ اس وقت اُنھون نے اپنی جد و جہد کے سلسلے مین سرسید کو ایک چٹھی لکھی اور جو کچھ کھو بیٹھنے کا اُن کو شبہ تھا اُس کے واپس حاصل کرنے کی کوشش کی چنانچہ ۲۲ نومبر ۱۸۸۸ء کے اخبار مین اُنھون نے سرسید کا ایک خط مع اپنے حاشیہ کے چھپا یا ہے اُس حاشیہ کو بوجہ طویل ہونے کے ہم سب کا سب تو نقل نہین کر سکتے مگر چند سطور اُس مین سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

" عالی جناب آنریبل سرسید احمد خان صاحب بہادر کے سی ایس آئی کا ایک والا نامہ آج کے بہرۂ مراسلات مین درج کیا جاتا ہے جو کہ اُن دنون مین بعض دراندازون نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ آنریبل سرسید اور ہمارے مابین نزاع اور مخالفت پیدا کرنے کی کوششون کا اُٹھا نہ رکھا تھا۔ اسی لیئے کسی قدر ضروری خط کتابت سید صاحب سے ہوئی۔ ہم چاہتے ہین کہ جو مفصل خط جناب سید صاحب کی خدمت مین ہم نے لکھا ہے اُس کو پورا اسی پرچے مین شایع کرین۔ .... رفیق ہند کو معلوم ہوا تھا کہ علاوہ اُن نالائق اور شرارت سے بھرے ہوئے مضامین کے جو بعض اخبارون مین شایع کیئے گئے ہین اور جن مین سید صاحب کے ساتھ ہماری مخالفت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ خاص سید صاحب کی خدمت مین بھی ایسے شک پیدا کرنے والے خطوط بھیجے گئے ہین اس لیئے ہم نے اپنے خط مین اپنے مخالفون کے حالات اور ارادے جتا دیئے تھے کہ وہ خواہ مخواہ سید صاحب کو اشتعال دلانا چاہتے ہین جس کا جواب سید صاحب نے اپنے والا نامے کے پہلے پیراگراف مین دیا ہے۔ یہ پیراگراف سید صاحب کی عالی حوصلگی اور وسیع خیالی سے بھرا ہوا ہے۔ وہ فرماتے ہین کہ ہمارے دوستون مین سے کسی نے ایسے خطوط نہین لکھے۔ ہم بھی تسلیم کرتے ہین کہ ایسی بیجا حرکت اُن کے دوستون مین سے کسی کی نہین ہو سکتی۔ اور اُن کو رنج دلانا اور بے وجہ دراندازی کی کوشش کرنا اُن کے دشمنون کا کام ہے اور نہایت خوشی کی بات ہے کہ ایسے لوگون کو سید صاحب اپنے دوستون کے زمرے سے علیحدہ کرتے ہین.........

چوتھے پیرگراف مین سید صاحب نے منشی عبدالکریم صاحب مختار کے مضمون کا تذکرہ جس بزرگانہ وقار سے کیا ہے اُس پر ہم کیا تمام دنیا تحسین کرے گی اور سید صاحب کے مخالفون تک کو ماننا پڑے گا کہ **قوم کی لیڈری کا جامہ ایسے ہی بردبار اور صابر بزرگون کے لئے موضوع ہوا ہے** - سچی تہذیب اور سچی متانت کی تصویر اُن چند فقرون مین دکھائی دیتی ہے - یہ نتیجہ اُس خاص اور سچی محبت کا ہے جو **فنائی القوم سید** کو اپنے اسلامی بھائیون سے ہے اور یہی وجہ ہے کہ سخت سے سخت اشتعال دلائے جانے پر بھی وہ یہی فرماتے ہین کہ اہد قومی انھم لایعلمون ...... سید صاحب نے فرط محبت سے عقیدت مند دلی کو لکھا ہے کہ آپ ہرگز خیال نہ کرین کہ جو محبت یا دوستی یا آپ کے اور آپ کے کامون کی بہتری کے خیالات میرے دل مین ہین اُس مین کسی قدر بھی فرق آگیا - ہمین خوف ہے کہ یہ فقرہ سن کر وہ دور انداز لوگ مر نہ جائین جنھون نے اُس محبت اور دوستی کو فرق پیدا کرانا تو درکنار اس کو بالکل مفقود کرنے مین بھی کوئی دقیقہ اپنی افتراپردازی کا اُٹھا نہ رکھا تھا - سید صاحب ابتدا سے ہمارے محسن بزرگوار ہین .... لیکن تاہم جب تک کہ ہم سید صاحب کی عمر سید صاحب کے تجربے اور سید صاحب کی فضیلت کے کم سے کم نصف درجے تک پہونچ جائین (جس سے اس وقت منشی صاحب بہت آگے پہونچ گئے ہین) تب تک ہماری نادانستہ غلطیان سید صاحب کی بزرگانہ نگاہ مین غالبا قابل عفو سمجھی جائین گی (کیا اس زمانے کی غلطیان بھی اسی مین شامل کیجئے گا - یا غالبا اب اس کا موقع نہین رہا اور اسی سبب سے آپ اُن کو غلطیان سمجھنے کی ضرورت نہین خیال کرتے) تو بھی ہم صفائی سے معترض ہین کہ ہمارے مزاج مین سید صاحب کے تحمل کا عشر عشیر بھی نہین - لیکن ہم اس بارے مین اُن کے نقش قدم پر چلنا باعث فخر سمجھتے ہین - (یہ اگلے جنم کی بات ہوگی) اور یقینا سید صاحب ہی ہمارے لئے ہمیشہ یہی دعا فرمائین گے (سید صاحب کی دعاؤن کا اثر تو خوب ظاہر ہوا ہے) ایک ادنی خادم قوم سے سردست ایک اعلی درجہ کے سید القوم کے اوصاف سے متصف ہونے کی امید رکھنا شاید قبل از وقت بات ہے“ - (لیکن اب وہ وقت معلوم ہوتا آگیا ہے اور آپ پورے متصف ہوگئے ہین)

معلوم نہین منشی صاحب اب تک بھی اس بات کے قائل ہین یا نہین کہ سید صاحب کے خلاف جو اشتعال دلانے والی ناپاک اور شرارت آمیز تحریرین بعض شریر اور بدمعاش اور پاجی اور مفتری حرام زادے لکھتے ہین سید صاحب پر اُن کا کچھ اثر نہین ہوتا اور وہ اس کی جیسے کہ منشی صاحب نے تحریر فرمایا ہے اپنی عالی حوصلگی اور **وسیع خیالی اور سچی اور خالص محبت کے سبب سے جو فنائی القوم سید کو اپنے اسلامی بھائیون سے ہے** اتنی بھی پروا نہین کرتے جتنی کہ ایک لنگڑے کتے کے بھونکنے کی کی جاتی ہے - ہم کو امید ہے کہ منشی صاحب اپنے اس خیال کے اب تک قائل ہون گے اور اگر خدانخواستہ غلطی سے اُن کو اپنی راے مین کچھ شبہہ ہوگیا ہوگا تو چند روز مین اپنے وجود کے ساتھ جاتا رہیگا -

بہرحال ہم اس بات کا ذکر کر رہے تھے کہ منشی صاحب کے اس حاشیہ سے جو اُنھون نے سرسید کی چٹھی پر چڑھایا ہے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ منشی صاحب اس وقت تک اپنی بگڑی ہوئی پوزیشن کی ہوا باندھنے کے واسطے اس وقت تک ہاتھ پاؤن مار رہے تھے اور سید صاحب کے اطمینان بخش الفاظ کی بہت قدر کرتے تھے مگر چون کہ سرسید کے نزدیک منشی صاحب کا پوزیشن (یعنی اُن کا دن دایان) محض سرسید کے اُن نادان دوستون کی وجہ سے تھا جنھون نے اپنی زندگی مین سب سے بڑی نادانی ایک گرگ زادہ کی پرورش کرنے کی کی تھی اُن سے بگاڑ کرکے اور اُن کی نادانی کی اُن کو سزا دے کر وہ پوزیشن باقی نہین رہ سکتا تھا رفتہ رفتہ منشی صاحب مایوس ہوگئے اور اپنے مشق یافتہ اوصاف کی شہادی خوبیان ظاہر کرنے پر آمادہ ہوے - سرسید جب ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس کے واسطے عن قریب لاہور آنے والے تھے منشی صاحب نے اُن کو ایک نے

قسم کا عنایت نامہ لکھا جس کے الفاظ (نقل کفر کفر نباشد) یہ تھے۔

"سنو صاحب۔ تم نے لاہور مین ایک شاہ جہان پوری لچے کو اپنا وکیل بنا رکھا ہے۔ اُس کی تو کل خبر لی گئی ہے۔ اگر تم نے ادھر آنے کا ارادہ کیا تو سنبھل کر آنا کیون کہ یہ تجویز قرار پا چکی ہے کہ تمھاری اور اُس کی ڈاڑھی (معاذ اللہ منہا) جوتی کے تلے سے مونڈدی جاے گی"

سید صاحب نے جب اُس ناپاک خط کو پڑھا تو (جیسا کہ جناب ممدوح نے اسی خط کے ذکر مین ایک دفعہ مجھ کو لکھا تھا کہ اس کے لکھنے والے کو تم کچھ برا بھلا مت کہو۔ میری ڈاڑھی تو اس سے کچھ کم نہین ہو بل کہ جو دو چوبڑھ گئی ہوگی۔ آکر دیکھ لو) اُن کو اپنی ڈاڑھی کی تو کچھ فکر نہ ہوئی مگر چون کہ ہماری قوم کے محسن خان بہادر محمد برکت علی خان صاحب کی نسبت ایک نہایت متوحش خبر کی طرف اشارہ تھا سید صاحب نے اُس خط کے پھاڑ دینے کے بجاے جیسا کہ وہ کرتے اور جیسا نہ کرنے کا اُن کو بہت افسوس رہا خان بہادر ممدوح کی خدمت مین بھیج دیا۔ تاکہ جو متوحش خبر اُن کی نسبت لکھی ہوئی تھی اُس کی نسبت بذریعہ تار اطلاع دین کہ خدا نخواستہ اُن کے دشمنون کو کوئی تکلیف تو نہین پہونچی۔ خیر معلوم ہوا کہ یہ تو ایک بزدلانہ دھمکی اور ایک کمینہ حرکت کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اور سید صاحب کا نفرنس کے وقت پنجاب کو تشریف لائے۔ منشی محرم علی صاحب نے اپنے کھوئے ہوے رسوخ کو حاصل کرنے کی کوششون کو ابھی بالکل چھوڑ نہین دیا تھا وہ لاہور سے چند اسٹیشن آگے سر سید سے ملنے اور اُس رسوخ کو تلاش کرنے کے واسطے گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک منشی صاحب کو سر سید کے کفر اور گمراہی اور مسلمانون کے دین کو خراب کرنے کی بدگمانی ابھی نہین پیدا ہوئی تھی اور ایسے خوف ناک شخص سے وہ اس وقت تک ڈرتے نہین تھے۔ سر سید کے نزدیک تو کسی کی دوستی اور دشمنی اور کوئی کسی قسم کی حرکت کچھ پروا کے لائق نہین ہوتی وہ بدستور شفقت سے ملے اور منشی صاحب اُن کے ہمراہ لاہور آئے۔ لاہور مین اُس ناپاک خط کا حال کھل گیا اور بعض ایسے جلیل القدر بزرگون نے جو منشی صاحب کی تحریر کو پہچانتے تھے اُسے دیکھا اور پہچانا کہ یہ آپ ہی کے دست شرافت کا لکھا ہوا ہے۔ اور گو جیسا کہ منشی صاحب ارشاد فرمایا کرتے ہین پنجاب مین سر سید کا رسوخ منشی صاحب ہی نے پیدا کیا تھا۔ مگر بزرگان پنجاب نے غالباً اس واسطہ عنایت کو فراموش کر دیا اور ایسی ناپاک تحریر کے دیکھنے اور اُس کے لکھنے والے کو اس سے زیادہ عرصہ تک مسلمانون کی جماعت مین شریک دیکھنے کو برداشت اور پسند نہ کر کے منشی صاحب کی حیثیت اور عزت اور قابلیت کی بھی کچھ پرواہ نہ کی اور مجلس قومی سے مردود بنا کر خارج کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

البتہ یہان پہونچ کر منشی صاحب مایوس ہو گئے اور ہمت ہار دی اور مسلمانون کے اس معزز اور اعلیٰ طبقہ مین اُن کو پھر رسوخ اور پوزیشن حاصل کر سکنے کی کوئی امید نہ رہی اور اب وہ سر سید احمد خان صاحب کے باقی نادان دوستون کو اُن کی نادانی کی سزا دینے کی طرف متوجہ ہوے جو اُنھون نے ایسے نیک معاش اور با اصول شخص کے اوصاف حمیدہ کا جو آخر ظاہر ہونے والے تھے اندازہ نہین کیا تھا اور اُس کے ساتھ سلوک اور نیکی اور امداد اور پرورش کرنے مین خان بہادر محمد برکت علی خان بہادر کی تقلید کی تھی۔ انھین بزرگون مین جن کی باری خان بہادر ممدوح کے بعد آئی ہمارے مخدوم سردار محمد حیات خان بہادر سی۔ ایس۔ آئی خان بہادر راجہ جہان داد خان بہادر چیف آف گکھڑ کی شریک تھے۔ البتہ اتنی فروگذاشت ان بزرگون سے بھی ہوئی کہ منشی صاحب کو مردود کرنے کے وقت اُن کو اپنے احسانات کو یاد رہے اور یہی سمجھتے رہے کہ ہم ہی نے اس تمام عرصہ مین منشی صاحب کی پرورش کی ہے اور خاک گم نامی سے اُٹھا کر آسمان عزت پر پہونچایا ہے مگر یہ نہ یاد آیا کہ منشی صاحب نے بھی ایسے سلوگون کے صلے مین اُن سب کو اپنی پیشگاہ سے خطاب عطا کیے تھے۔

بہر حال منشی صاحب کے واسطے اب ایک نئے قسم کا زمانہ آرہا تھا منشی صاحب تو اس بات کے جیسا کہ اُنھون نے اپنی کھلی چٹھی مین ارقام فرمایا ہے قائل نہین ہے کہ خان بہادر موصوف کی دشمنی سے اُن کو کوئی نقصان بھی پہونچا ہے یا نہین اور درحقیقت ہم کو معلوم بھی نہین کہ منشی صاحب کی بے غیرتی اور بے حمیتی اور بے شرمی کے نزدیک نقصان کا معیار کیا ہے اور گو منشی صاحب کے نزدیک سرسید کی نسبت اُن کے خیالات مین تغیر ہو جانے سے سرسید کا رسوخ پنجاب مین کم ہونا شروع ہو گیا تھا۔ لیکن لوگ خیال کرتے ہین کہ مسلمانون کے اعلی طبقہ کی آنکھون مین حقیر اور ذلیل اور مردود ہو جانے کے سبب سے منشی صاحب اپنے اخبار اور مطبع کے عظیم الشان کارخانہ سمیت محتاجی کے سمندر مین غوطے کھانے لگ گئے اگرچہ وہ پورے طور پر ڈوبے نہین تھے۔ اُس کالے پانی سے وہ کئی دفعہ اخبار اور کارخانہ ہاتھ مین لیے ہوے اُٹھتے اور ڈوبتے دکھائی دیئے۔ لیکن اس مخالف عنصر کا مقابلہ کب تک ہو سکتا تھا آخر اُن کے رہ جانے سے لوگون نے خیال کیا کہ اُن کا کام تمام ہو گیا ہے۔

منشی صاحب کے اس طرح پر کھو جانے اور اخبار اور کارخانہ کا نام ونشان مٹ جانے سے لوگون نے خیال کیا کہ منشی صاحب محتاجی کے سمندر مین ڈوب مرے ہین۔ مگر درحقیقت ایسا نہین ہوا تھا۔ پہلے زمانے کی کہانیون اور افسانون مین اکثر لکھا ہے کہ پانی مین غوطہ لگانے سے اُس کی تہ مین آدمی ایک دوسری دنیا مین جا پہونچتے تھے گو نیچری نادان اس کے قائل نہین ہوے۔ مگر منشی صاحب تو پچھلے قسم کے مسلمانون مین سے ہین وہ خود تو قائل ہی تھے دوسرون پر بھی ثابت کر دیا کہ مسلمانون کی لکھی ہوئی باتین غلط نہین ہوا کرتین اور اُن کے نہ ماننے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب منشی صاحب بھی غوطہ لگا کر اُس سمندر کی تہ مین ایک دوسری دنیا مین جا پہونچے کیسا خوبصورت اور پُرفضا ملک تھا گویا اُس سمندر کے نیچے بھی ایک دوسرا کشمیر تھا۔

اس کشمیر مین جو پنجاب مین ایک دیسی ریاست کے نام سے مشہور ہے اور فردوس زمین کہلاتا ہے جانا تو منشی صاحب کی غیرت اور حمیت کے خلاف ہوتا کیونکہ منشی صاحب کئی سال سے اُس ہندوستانی ریاست کی بجا بے جا تخریب کے درپے تھے اور ریاست کا الحاق کر لیے جانے کی رائے کے سب سے بڑے وکیل آپ ہی تھے اور ایسی سخت مخالفتون کے بعد اُن کی حمیت کے خلاف ہوتا کہ اب وہین جا کر دست گدائی دراز کرین اور پناہ لین۔ مگر چونکہ اس نام کے ملک فتنہ پرداز و مفسد طبائع کے لیے بہت موزون خیال کیے جاتے تھے منشی صاحب ایک یا دوسرے کشمیر مین پہونچ گئے۔ بعض لوگون کا خیال ہے کہ منشی صاحب اس کشمیر مین تلاش روزگار گئے تھے مگر ہم تو منشی صاحب جیسے باحمیت اور باغیرت شخص سے ایسے امر کی بہت مشکل سے توقع کر سکتے ہین اور دوسرے اگر وہ تلاش روزگار جاتے تو اُن جیسے قابل اور ذی حیثیت اور معزز اور رسوخ دار گورنمنٹ کو کوئی وجہ نہ تھی کہ چند سال تک وہان رہنے پر بھی ملازمت نہ ملتی۔ مگر کشمیر کے لوگ جو منشی صاحب کے وہان رہنے کے زمانے کے حالات جاننے کا دعوی کرتے ہین وہ ایک افواہ مشہور کرتے ہین جو معلوم نہین کہان تک درست ہے کہ رزیڈنٹ صاحب کشمیر نے منشی صاحب کے اعلی اور مشہور اوصاف اور قابلیت اور قرب گورنمنٹ کی طرف سے بے پروائی کرکے یا اُن جیسے نیک شخص سے ڈر کر یا شاید کشمیر جیسے حقیر ملک کو اُن کے وہان رہنے کی عزت حاصل کرنے کے قابل نہ خیال کرکے اُن کو وہان ملازمت دیے جانے کی ممانعت کر دی تھی۔ بہرحال اگر بعض لوگون کا یہ خیال صحیح ہے کہ منشی صاحب اس کشمیر مین گئے تھے تو ہماری رائے مین وہ نوکری کی غرض سے نہ گئے تھے اس ارادے سے گئے ہون گے کہ اخبار مین الحاق کی رائے دیتے دیتے وہ تھک گئے تھے اور کچھ شنوائی نہین ہوتی تھی اب اپنے ہاتھون سے خود وہان پہنچ کر الحاق کا انتظام کرین اور جو نئے فتنے فساد منشی صاحب کے ہوشیار ہاتھون نے وہان شروع کر دیے تھے

اگر کشمیر کی قسمت اچھی نہ ہوتی تو منشی صاحب اپنے ارادون مین کامیاب ہو ہی جاتے کشمیر مین جو کام منشی صاحب نے کیا وہ مختصر اتنا ہی ہے کہ ایک نیک نیت مسلمان بندہ خدا کو ملکی جھگڑون مین پھنسا دیا اور کشمیر مین فتنہ و فساد پھیلانے مین بہت سرگرمی سے کام کرتے رہے جس کی تفصیل ہم آیندہ کسی وقت بتادین گے انجام کار یہ ہوا کہ جیسا ایک اخبار نے پچھلے دنون مین لکھا تھا ان بزرگ نیک بخت مسلمان کو ریاست بڑی خدمت سے ہاتھ دھونے اور منشی صاحب کی ذات شریف سمیت ملک بدر ہو جانے اور پھر کبھی کشمیر کی حدود مین نہ داخل ہونے کا حکم ہوا۔

اس خواب پریشان سے بیدار ہو کر منشی صاحب کی جو پھر آنکھ کھلی تو دیکھا لاہور مین تھے مگر بدقسمتی کشمیر کی ایک فتنہ انگیز و مفسد جماعت کی سرپرستی سے جو سہارا تھا اس سے وہ اخبار کو پھر جاری کرسکنے کے لائق ہو گئے تھے اگرچہ ایسے سہارے کا مل جانا مسلمانون کے واسطے جیسے کہ سرور گڑھ نے پیشین گوئی کی تھی ان کی نہایت بدقسمتی اور ندامت کا باعث تھا۔

اب منشی صاحب کے اس نئے جنم کے اخبار کے واسطے ایک مستقل کام تو کشمیر کا موجود تھا اسی نیم بسمل کشمیر کے واسطے جو تیغ اور تیزی کی ہوئی چھری کشمیر سے بنوا کر لائے تھے اس کا استعمال تو گویا جدید نمک خواری کا حق ادا کرنا تھا مگر ساتھ ہی وہ بدنصیب مسلمانون کے حال پر بھی توجہ فرمانا چاہتے تھے۔ رسوخ اور پوزیشن کا مزہ جو ان کو پڑا ہوا تھا وہ فراموش نہین ہو سکتا تھا سید احمد خان صاحب اور ان کے نادان دوستون یا یون کہو کہ مسلمانون کے معزز و اعلیٰ طبقے مین تو پھر رسوخ اور پوزیشن کا حاصل ہونا ناممکن تھا اب تو ابلیس کی طرح وہ کسی نئی دنیا کی تلاش مین نکلے اپنے جہاز کے ملاح اور ناخدا ان کو بہت دنون تک تلاش نہ کرنے پڑے آخر بعض مولوی صاحبان مثلاً نذیم قادران اور اخبار نویسان ذی شان جن کے بھلے بیمار کو عموماً لوگ سمجھتے ہیں یعنی زمرۂ رفیق ہند کے کالمون ہی مین جو دیکھے مین اس مقدس اور مبارک کام کرنے کے واسطے تیار اور کمربستہ مل گئے۔

منشی صاحب نے اس نئی ڈکشنری کو جس مین سر سید احمد خان صاحب کو دنیا بھر کے تمام منتخب خطابات دیے جاتے تھے اور ریفارمر اور لیڈر اور سید قوم اور فنا فی القوم کے لفظ کے بغیر ان کا نام لکھنا گناہ سمجھا جاتا تھا جلا دیا یا اس منجدھار پر سوار ہوتے وقت سمجھائی

بے ادبی اور بد مذاقی کے سمندر مین پھینک دیا اور ایک نئی لغت لکھنی شروع کی جس مین اب سر سید احمد خان صاحب کے نام نامی کے ساتھ اس قسم کے الفاظ تحریر فرمانے شروع کیے ہین:

”ملحد۔ بیخ کن اسلام۔ مخرب اسلام و دنیادار۔ گستاخ۔ کم علم شخص۔ افترا پرداز۔ بلند نالائق۔ بزدلانہ حملہ کرنے والا۔ ظالم۔ بے ادب۔ زبان دراز۔ ظلم و ستم کرنے والا۔ سنگدل۔ گمراہ۔ شیطانی اعتقادات والا۔ غارت گر اسلام۔ نالائق اعتقادات والا“

یہ چند الفاظ ہم نے منشی صاحب کے ایک مضمون سے بطور نمونہ لیے ہین ورنہ ان کے نامہ اعمال یعنی رفیق ہند کے تمام صفحے ہمیشہ ایسے ہی عمدہ الفاظ سے مسطور اور مزین ہوتے ہین ہم کو اپنے اس مضمون مین کسی قسم کی بحث کرنی مقصود نہین تھی بلکہ صرف ان دو قسمات اور حالات کو جو ہم کو معلوم ہین لوگون کی حیرت و استعجاب کو اور بڑھا دینے کے واسطے لکھ دینا مقصود تھا۔ اور ہم کو امید ہے کہ گو بہت اختصار کے ساتھ مگر ضروری حالات لکھ دینے کی ذمہ داری سے ہم سبکدوش ہو گئے ہین اب یہ بات کہ سید احمد خان صاحب اور ان کے اعتقادات اور منشی محرم علی صاحب اور ان کا اخبار وہی ہے جو پہلے تھا یہ کیا ہوا؟ اور کیونکر ہوا؟ منشی محرم علی صاحب کیا خبر ہین؟ اور کیا خبر نہین ہین؟ رفیق ہند کیا ہے؟ اور کیا نہین ہے؟ سب سوچین اگر ہم کو فرصت ملے گی تو ہم بھی سوچین گے۔ بظاہر دو صورتین تو یہ معلوم ہوتی ہین کہ منشی صاحب کشمیر مین اس زمانہ کے سب سے بڑے مدعیان الہام کے گھر مین کہ رہ چکے ہین کہ ان کے فیض سے ان کی بھی آنکھین کھل گئی ہون اور ان پر الہام ہو گیا ہو کہ آج تک جو ان کے خیالات دنیا کی مختلف چیزون کی نسبت تھے وہ سب غلط تھے اور اب ان کو نئے خیالات اور عقائد ایجاد اور اختیار کرنے چاہئین۔ دوسری صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ شاید آواگون یعنی تناسخ کا قدیم مسئلہ صحیح ہے منشی صاحب کی روح اپنے پچھلے چار سال رہنے کے زمانہ مین اپنے پہلے جسم کے بد عقائد اور بد خیالات کی سزا مین انسان کے قالب سے نکل کر کسی ادنیٰ حیوان کے قالب مین ڈال دی گئی ہو کیونکہ اگر وہ پچھلے عقائد اور خیالات اچھے ہوتے تو ان کا نیا جسم کسی عمدہ نوع مین ہوتا لیکن چونکہ وہ خود اس پچھلے خیالات کی برائی کے اب معتقد ہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عقائد اور خیالات ضرور برے تھے اور برے عقائد کی اسی طرح سزا دی جاتی ہے کہ جنم کسی ادنیٰ حیوان کی صورت مین دیا جاوے اب یہ بات بتا سکنا کہ ادنیٰ حیوانون مین وہ کونسی نوع کی صورت مین ہے یہ ہم بھی شاید کچھ مشکل نہ ہو ہم پہلے آدمیون کو سیدھی راہ چلتے خواہ مخواہ تنگ کرنا اور ان کو بھونک کر کاٹنے کی کوشش کرنا کن کا کام ہوتا ہے۔ جہان تک آج کے پرچہ مین ہم منشی صاحب کے خیالات بیان کر چکے ہین اگر ہماری سفارش کے مطابق ان کو شکنگو کی نمائش گاہ